

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

بدفالی ایک شرکیہ فعل

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَا اِنَّمَا ظَنَرُھُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (الاعراف: ۱۳۱)

درحقیقت انکی فال بد تو اللہ کے پاس تھی مگر ان میں سے اکثر بے علم تھے۔

قَالُوا طَائِرُکُمْ مَّعَکُمْ اِنَّ ذِکْرَکُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ (یسین: ۱۹)

رسولوں نے جواب دیا تمہاری فال بد تو تمہارے اپنے ساتھ لگی ہوئی ہے کیا یہ باتیں تم اس لئے

کرتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو۔

نیک اور بد فال قرآن کی روشنی میں

میرے محترم سامعین! جو آیاتیں میں نے آپکے سامنے تلاوت کیں، یہ سورۃ اعراف اور سورۃ یسین کی ایک ایک آیت کے ٹکڑے ہیں، اسمیں فال کا ذکر آیا ہے، تطہیر دراصل پرندے یا جانور سے فال لینے کو کہتے ہیں۔ مشرکین عرب کی یہ عادت تھی کہ کسی کام کو شروع کرنے سے قبل پرندوں اور حیوانات کے اڑنے اور گزر جانے سے فال لیتے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرافات اور بے حقیقت باتوں کو یکسر منع اور ختم فرمایا اور ذات باری تعالیٰ پر یقین کامل بنانے کو کہا اور لوگوں سے فرمایا کہ یہ صورت تو حصول نفع کیلئے موثر ہے اور نہ دفع مضرت کیلئے نافع۔

اہل جاہلیت جب کسی کام کا ارادہ کرتے یا سفر پر روانہ ہوتے تو پہلے وہ لوگ کسی پرندے کو پکڑ کر چھوڑ دیتے تھے جب وہ سیدھا اڑ جاتا تو اس سے الناطح یا المنطح کہتے اور اس پر عمل پیرا ہو کر نیک فال تصور کرتے اور وہ سرانجام دیتے اور جب پرندہ بچھلی طرف اڑتا تو اسے القاعد بالعقید کہتے اگر کوئی پرندہ اس طرف اڑتا تو وہ کام یا سفر چھوڑ دیتے، اس طرح دائیں طرف اڑنے والے پرندے کو السبائح کا نام دیتے، بائیں جانب اڑنے والے پرندے کو اطبارح کہتے۔ بدفالی چونکہ ایک شرکیہ عمل ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ پہلی آیت شریف میں جو تطہیر یا بدفالی یا شوم کا ذکر ہے تو یہ اس وجہ سے کہ جب فرعون اور اسکی قوم کو صحت و عافیت، کشادگی اور رزق کی نعمتیں کثرت سے میسر آتی تو خوشی سے

پھولے نہ سماتے اور کہنے لگے کہ ہم ہی اس کے صحیح اور حقیقی حقدار ہیں اور اس کے برعکس جب ان پر مصائب اور قحط سالی وغیرہ کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے تو فوراً اپنی اصل بے ہودگی بکواس پر اتر آتے اور کہتے کہ یہ مصائب و آلام حضرت موسیٰ اور اس کے ماننے والوں کی وجہ سے نازل ہوئے ہیں انکی اس بیہودگی اور دروغ گوئی کی تردید اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی:

فَإِذَا جَاءَ تَهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ
أَلَا إِنَّمَا طَّيَّرَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (الاعراف: ۱۳۱)

”جب ان پر اچھا دور آتا تو کہتے کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور جب بُرا دور آتا (یعنی تکلیف اور آلام) آجاتے تو موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لئے فال بد ٹھہراتے، حالانکہ درحقیقت ان کے فال بد تو اللہ کے پاس تھے، مگر ان میں سے اکثر بے علم تھے“

اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا آیت میں واضح فرمایا کہ اَلَا إِنَّمَا طَّيَّرَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ کہ یہ مصائب آلام اور عذاب خداوندی تمہارے ہی کفر تکذیب آیات اور اسکے رسول کو جھٹلاتے کی پاداش میں نازل ہوئے ہیں وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ یعنی ان کی اکثریت احمق، جاہل اور بے وقوف ہے وہ عمل اور فکر سے کام نہیں لیتے اگر ذرہ بھی عقل و فکر، سوچ اور سمجھ سے کام لیں تو ان پر یہ بات عیاں ہو جائے کہ ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰ کی ہدایات میں تو سراسر خیر و برکت، سعادت دارین اور کامیابی ہے اور ان انعامات سے وہی شخص بہرہ مند ہو سکتا ہے جو سچے دل سے ایمان لائے اور ہمارے پیغمبر کی اطاعت کرے۔

شومنی قسمت بد فعلی کا نتیجہ: مفسرین کرام نے یہ بھی معنی لکھا ہے کہ اَلَا إِنَّمَا طَّيَّرَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ کہ جن جن مشکلات میں تم گر گئے ہو اور جو مصیبت تم پر نازل ہوئی ہے وہ صرف تمہارے ہی برے کردار، کفر یہ عقائد اور انبیاء و مرسلین کی مخالفت کی وجہ سے نازل ہوئی ہے ہماری وجہ سے نہیں، تمہاری شقاوت قلبی بغاوت، سرکشی تمہارے سامنے آئی ہے۔ کیونکہ باغی اور ظالم کی بدفالی خود اسکے اپنے اندر موجود ہوتی ہے، دوسری آیت مبارکہ میں فرمایا اَیْن ذَکَرْتُمْ مَطْلَبَہُمْ کہ ہم نے تمہارے خیر خواہی کے بنا پر تمہیں نصیحت کی تھی اور تو حید پر کاربند رہنے کیلئے تم کو کہا تھا لیکن تمہاری شومنی قسمت اور شقاوت قلبی کا یہ عالم ہے کہ تم نے اس قسم کے نازیبا الفاظ سے ہمیں جواب دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ تم بالکل حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

بدفالی احادیث کی روشنی میں:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا عدوی ولا طیرۃ

ولا هامة ولا صفر زاد مسلم عن انس ولا نوء ولا غول وفي رواية لا عدوى ولا

طيرة ويعجبني الفال قالوا وما الفال قال الكلمة الطيبة

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بیماری متعدی نہیں

نہ فال بد کوئی چیز ہے، نہ الوکا بولنا کوئی اثر رکھتا ہے اور نہ ہی (ماہ) صفر کچھ ہے۔“

صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ مجتہد اور بہتوں کا بھی کوئی وجود نہیں ہے اور مسلم و بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہے اور نہ فال بد کوئی چیز ہے اور نہ مجھے فال پسند ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ فال کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اچھی بات کو فال کہتے ہیں۔

حدیث شریف آپؐ نے سنی اس میں کئی باتیں قابل غور ہیں۔ عداوی یہ ایک متعدی مرض ہے جو ایک بیمار بندے سے دوسرے کو لگتی ہے چونکہ ہر بیماری کی جراثیم الگ الگ ہوتی ہیں۔ یہ بھی بتاتا جاؤں کہ جراثیم بھی دو قسم کے ہیں پہلی قسم وہ جراثیم جو انسان کے جسم اور بدن کے اندر خود بخود موجود ہوتے ہیں۔ جو خوراک ہم اور آپؐ روزانہ کرتے رہتے ہیں اس خوراک سے قدرتی طور پر جراثیم بنتے رہتے ہیں جو انسان کے مختلف امراض لاحق ہونے پر دفاع کرتے ہیں، دوسری قسم جراثیم وہ ہیں جو ہوا کے ذریعہ سے ہمارے جسم کے اندر داخل ہو جاتے ہیں یہ بھی کبھی انسان کو بیمار اور کمزور کر دیتے ہیں اور کبھی نفع بخش بھی ہوتے ہیں۔

اصل میں باہر سے جو ضرر رساں جرثومے یا جراثیم۔ مثلاً بیکٹیریا ہوا کے ذریعے سے اندر پھیلنے میں جاتے ہیں اگر انسان کے اندر کے جراثیم طاقتور اور مضبوط ہیں تو باہر کے جراثیمی لشکر کو شکست دیکر انسانی جسم کو مرض اور شکست و ریخت سے بچاتے ہیں اور اگر اندر کے جراثیمی لشکر یا سپاہی دفاعی پوزیشن میں نہیں تو پھر وہ ہتھیار ڈال کر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ تب انسانی جسم کا یہ مضبوط اور محفوظ قلعہ دھڑام سے گر جاتا ہے اور انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا عدوی السلام متعدی بیماری کو نہیں مانتا، اب حدیث تو بتاتی ہے کہ اسلام کے اندر متعدی مرض با الفاظ دیگر ایک مریض کی جراثیم دوسرے انسان صحیح الجسم کی بدن میں نہیں داخل ہو سکتے جبکہ موجودہ دور کی سائنس و ٹیکنالوجی یا تحقیق جدید بتاتی ہے کہ بعض بیماریوں کے جراثیم دوسرے صحیح الجسم انسانوں کے جسموں کے اندر داخل ہو سکتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ حدیث اور جدید تحقیق کے درمیان کوئی ٹکراؤ یا منافات نہیں وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی انسان کا عقیدہ کمزور ہو، دل مضطرب ہو، شکی مزاج ہو، وہ بندہ کسی دوسرے بیمار بندے کے ساتھ ملنے جلنے، ساتھ کھانا کھانے وغیرہ سے اجتناب اور پرہیز کریں اسلئے آپؐ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ فَرَمَنَ الْجَزُومَ كَفَرَارِكَ مِنَ الْاَسَدِ او کما قال یعنی مجزوم بیمار سے یوں بھاگو جیسا کہ کوئی شیر یا چیتا سے ڈر کے مارے بھاگتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجروح بیمار بندے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ اسکا کیا پوچھئے وہ عقائد درست کرانے کیلئے ہی تشریف لائے ہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ تطبیق دونوں قولی اور فعلی روایتوں میں یہ ہوئی کہ کمزور عقیدہ والے افراد تو کسی بیمار کے ساتھ احتیاط سے بیٹھا کریں اور مضبوط عقائد والے افراد جن کے دل عقیدہ تو حید سے متور ہیں قضا و قدر پر کامل یقین رکھتے ہیں اور خداوند قدوس کو بذات مؤثر مانتے ہیں وہ لوگ کسی مریض سے کم ہی متاثر ہوتے ہیں ورنہ پھر تو دنیا میں کوئی ایک بندہ بھی صحیح و سالم یا تندرست نہ ہوتا، بہر حال لا عدوی متعدی بیماری نہیں اس جملے کی تشریح تو ہوگی۔

فال کی دو قسمیں: دوسرا جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ولا طيرة اسلام میں بد فالی نہیں، فال دو قسم کی ہوتی ہیں: نیک فال، بد فال۔ فال نیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پسند فرماتے تھے امام ترمذی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے:

عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا خرج لحاجة يجب ان يسمع
يا نجيب ياراشد

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مقصد کیلئے باہر تشریف لاتے تو آپؐ کی خواہش ہوتی تھی کہ آپؐ یہ آواز سنیں، اے کامیاب، اے بھلائی پانے والے۔

ابی داؤد کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يتطير من شئ وكان اذا بعث عاملاً عن
اسمه فاذا اعجبه فرح به وان كره اسمه رأى كراهية ذلك في وجهه
حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے فال نہیں لیتے تھے جب کسی شخص کو کسی خاص مہم پر روانہ کرتے تو اس سے پوچھتے تمہارا نام کیا ہے اگر نام اچھا ہوتا تو خوش ہوتے اور اگر اسکا نام اچھا نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر کراہت کے آثار نظر آنے لگتے۔

فال نیک اور بد میں فرق: اب اس مذکورہ جملہ تطیر کے معنی ہوئے فال بد، اس لئے فال بد لینا اسلام نے حرام ٹھہرایا، اس سے منع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فال بد تو کسی شئی سے نہ لیتے تھے، لیکن فال نیک ضرور لیتے ان دونوں میں فرق ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں کے ذریعہ سے جھاڑ پھونک کو جائز قرار دیا ہے جبکہ شریکۃ الفاظ کے ساتھ جھاڑ پھونک کی ممانعت کردی گئی ہے۔

محترم سامعین اب وقت کم ہے، اور اس حدیث کے ضمن میں تفصیلات کافی زیادہ ہیں، ان شاء اللہ اگر زندگی باقی تو آئندہ موقع پر مزید تفصیلات کا تذکرہ کرنے کی کوشش کروں گا، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح توحید کا عقیدہ نصیب فرما کر آخری وقت بھی توحید والے کلمے اور تصدیق کے ساتھ موت عطا فرمائے۔ آمین